امام محمد اوران کی قرآن فہمی

محمد نصیر *

Abstract

If any nation has right to be proud of its inheritance of concern and religion so followers of Islam deserve of its glorious inheritance of concern or concentration which is according to international investment enlists the unique and individual employment in the history of human. Its infrastructure, core concern, flexibility, exclusive law ideology, judiciary, common and uncommon solution contains unique supremacy.

The base of such amazing and awesome international investment depends on fundamental legislative of Quran. Therefore, such accumulated ideology of all investment, although having opposition and distance owes the struggle and efforts of plenty of religious scholars (Fuqha) who proved surpassing sincerity for the services of knowledge. Imam Muhammad Bin Hassan Shebani the first of these (Fiqah People)eligious scholars who compressed (Islamic Fiqah) Islamic scholars teaching in such an educational way as none of other did it.

He left us such a memorable priceless and valuable inheritance which crystal clear proof that he was having the thoughtful legislative mind and had profuse passion of gaining knowledge though he faced massive difficulties even spent his money to acquire knowledge. Besides such prestige and wisdom he was well-versed in Fiqah (deep thinking). His knowledge and services of Fiqah can be manipulated by his figurative and descriptive books which are real assets and fundamental ideology of followers of Imam Abu Abdullah Muhammad bin alhasan alshaibai recently in the explanation of

* محمد نصیر، ریسرچ اسکالر، شعبۂ قرآن وسنہ، جامعہ کراچی، کراچی۔

Kitab ullah Imam Muhammad was not uncommon writer that is why he was as much famous but Imam Muhammad was supposed to be best scholar of it.

KEY WORDS: *Quran.Imam Muhammad bin Hassan, Fiqh*

ولادت

آپ کا نام محمد بن حسن فرقد شیبانی ہے اور کنیت ابو عبد اللہ۔ جس نے آپ کے دادا کا نام فرقد کی بجائے واقد بیان کیا ہے، اس نے غلطی کی ہے۔ (۱) اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ کا نام محمد بن حسن بن طاؤس بن ہُرمز ملک بنی شیبان ہے۔ (۲)

مگر صحیح نسب نامہ پہلا ہی ہے کیوں کہ اسی پر اکثر قدیم وجدید مؤرخین متفق ہیں۔

ان کے والد اپنا آبائی گاؤں "حرستا" ترک کر کے واسط آگئے اور یہاں قیام کیا۔ امام محمد رحمہ اللہ یہیں واسط میں پیدا ہوئے. آپ کا سن پیدائش صحیح قول کے مطابق ۱۳۲ ہجری ہے، پھر واسط (عراق) سے ان کا خاندان کوفہ منتقل ہو گیا جہاں مستقل سکونت اختیار کر لی، چنانچہ کوفہ آنے کے بعد امام محمد رحمہ اللہ کی تعلیم وتربیت، نشوونما اور بلوغ وشعور کے مراحل یہیں اتمام کو پہنچے اور وطنی نسبت بھی یہیں سے قائم ہوگئی اور لوگوں کو رفتہ رفتہ آپ کی سابقہ وطنی نسبتیں فراموش ہو گئیں اور صرف اتنا یاد رہ گیا کہ امام محمد رحمہ اللہ کوفی تھے۔

جس طرح عراق منتقل ہونے سے پہلے امام محمد کے خاندان کے وطن کے تعین کے بارے میں اختلاف ہے، اسی طرح آپ کی تاریخ ولادت میں بھی اختلاف ہے۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ کی ولادت ۱۳۱ ہجری میں ہوئی، بعض کا خیال ہے کہ آپ کی ولادت ۱۳۲ ہجری میں ہوئی اور بعض دوسرے اہل علم کا خیال ہے کہ ۱۳۵ ہجری میں ہوئی۔ (۳)

بعض محدثین کا یہ قول کہ آپ ۱۳۵ ہجری میں پیدا ہوئے، درست معلوم نہیں ہوتا (۴) کیوں کہ امام موصوف نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا ہے۔ ان کے ساتھ آپ کا مضبوط تعلق رہا ہے اور ان سے آپ نے بہت سی روایات لی ہیں۔ بعض کا خیال یہ ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی شاگردی صرف ایک سال یا اس کے لگ بھگ کی ہے، راقم اس بات سے متفق نہیں ہے کیوں کہ آپ نے پہلے پہل جو کچھ دین کے حوالے سے علم حاصل کیا وہ امام ابو حنیفہ سے حاصل کیا اور ان کے ساتھ رہ کر آپ نے جن حالات وواقعات کا مشاہدہ کیا وہ اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ ان سے آپ کا تعلق اور ان کی شاگردی میں آپ کا رہنا ایک سال سے کہیں زیادہ عرصے پر محیط ہے۔

محمد زاہد الکوثری رقم طراز ہیں:

ولما بلغت سنه اربع عشرة سنة حضر مجلس ابی حنیسة لیساله عن مسالة نزلت به ۔ فساله قائلاً:ماتقول فی غلام احتلم باللیل بعد ماصلی العشاء؟هل یعید العشاء۔ قال:نعم! فقام و اخذ نعله واعاد العشاء فی زاویة المسجد۔ وھو اول ما تعلم من ابی حنیسة فلما رآه یعید الصلاة اعجبه ذالک و قال:ان ھذا الصبی یفلح ان شاءاللہ تعالیٰ (۵)

"یعنی جب (امام محمدؒ) کی عمر چودہ برس ہو گئی تو وہ امام ابو حنیفہؒ کی مجلس میں حاضر ہوئے، ایک مسئلہ دریافت کرنے کے لیے جو ان کو درپیش ہوا۔ پس انھوں نے وہ مسئلہ دریافت کیا کہ آپ کیا فرماتے ہیں اس لڑکے کے بارے میں، جو نمازِ عشاء ادا کرے (اور سو جائے اور پھر) اسے احتلام ہو جائے، کیا وہ نمازِ عشاء لوٹائے گا؟ انھوں نے فرمایا: جی ہاں! وہ (امام محمدؒ) کھڑے ہوئے اور اپنا جوتا اٹھایا اور مسجد کے ایک جانب نمازِ عشاء لوٹائی۔ یہ پہلا مسئلہ تھا جو انھوں نے امام ابو حنیفہ سے سیکھا۔ امام ابو حنیفہؒ نے جب ان کا یہ عمل دیکھا کہ وہ عشاء کی نماز لوٹا رہے ہیں، تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہ کامیاب ہو جائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔"

محمد زاہد الکوثری آگے لکھتے ہیں:

ومن ذالک الحین اقبل محمد بن حسن الی العلم بکلیته یلازم حلقة ابی حنیفة ویکتب اجوبة المسائل فی مجلسه ویدونها وبعد ان لازمه اربع سنین علی ھذا الوجه مات ابو حنیفة رضی اللہ عنه (۶)

"اس وقت سے محمد بن حسن آئے علم کی تکمیل کے لیے اور امام ابو حنیفہؒ کے حلقہ درس سے وابستہ ہو گئے۔ اور ان کی مجلس میں مسائل کے جوابات لکھتے اور ان کو مدون کرتے۔ اس کا دورانیہ چار سال پر محیط ہے۔ پھر امام ابو حنیفہ کا انتقال ہو گیا۔ اللہ ان سے راضی ہو۔"

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ کا سن ولادت ۱۳۵ ہجری ہے وہ اپنے قول میں درست نہیں ہیں ۔ اس بات کو وہ بیان تقویت دیتا ہے جو ابن خلکان کی وفیات الاعیان میں ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ کئی سال تک امام ابو حنیفہ کی مجلس میں شریک رہے، اس کے بعد امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ (۷)

جن مؤرخین کا خیال یہ ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ کا سن ولادت ۱۳۲ ہجری ہے ان میں ابن سعد وغیرہ شامل ہیں۔ (۸) مگر جب وہ ان کی تاریخ وفات بیان کرتے ہیں تو ۱۸۹ ہجری بتاتے ہیں، جس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ آپ اٹھاون سال کے تھے۔ اس کا مطلب بھی یہی ہوا کہ آپ کی صحیح تاریخ ولادت ۱۳۱ ہجری ہے۔ جیسا کہ دوسرے مؤرخین کا خیال ہے۔ مرحوم شیخ محمد زاہد الکوثری، امام محمد رحمہ اللہ کا سن ولادت ۱۳۲ ہجری قرار دیتے ہیں۔ (۹)

لیکن اس تاریخ کے بارے میں اس بناء پر شبہ بھی قائم رہتا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ اٹھاون سال کی عمر میں

۱۸۹ ہجری میں فوت ہوئے۔ درست بات یہی ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ ۱۳۱ ہجری کے اواخر یا ۱۳۲ہجری کے اوائل میں پیدا ہوئے، اور ۱۸۹ ہجری کے اواخر میں فوت ہوئے اور یہ عام مؤرخین کی اس متفقہ رائے سے ہم آہنگ ہے ۔[۱۰]

ہماری ذاتی رائے یہ ہے کہ امام محمدؒ کا سن ولادت ۱۳۱ہجری ہے، اور وہ چودہ (۱۴) برس کی عمر یعنی ۱۴۵ ہجری میں امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ان کی وفات ۱۵۰ ہجری تک ان کی خدمت میں حاضر رہے، اس حساب سے امام ابو حنیفہؒ کے حلقہ درس سے وابستگی کا دورانیہ چار سال چند ماہ بنتا ہے۔

خاندان اور وطن

جمہور مؤرخین بالخصوص اصحاب طبقات وانساب میں سے بعض کی رائے یہ ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ کا اصل وطن "حرستا" تھا۔[۱۱] مگر صمیری نے اپنی کتاب اخبار ابی حنیفہ واصحابہ میں بیان کیا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ کا اصل وطن فلسطین کے شہر رملہ کی ایک بستی تھا جب کہ صاحب تاریخ بغداد نے اپنی بعض روایات میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ کا اصل تعلق "جزیرہ" سے تھا، اور یہ کہ آپ کے والد محترم لشکر میں شامل تھے، اور جب یہ لشکر واسط پہنچا تو وہاں امام محمد رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

مرحوم شیخ کوثری کا رجحان آخر الذکر رائے کی طرف ہے، مگر اس کے ساتھ وہ یہ اضافہ کرتے ہیں امام محمد رحمہ اللہ کے والد نے لشکر شام میں شامل ہونے کے بعد ایک مرتبہ حرستا میں قیام کرنا پسند کیا اور دوسری مرتبہ فلسطین کی بستی میں رہائش پذیر رہے، اور یہ دونوں شام کے علاقے میں شامل تھے، پھر وہ کوفہ منتقل ہو گئے اور واسط میں مفوضہ ذمے داری ادا کرنے کی غرض سے قیام کیا تھا۔[۱۲]

شیخ کوثری کی یہ رائے محض مؤرخین کی مختلف آراء کے درمیان تطبیق دینے کی ایک کوشش کے سوا کچھ نہیں ہے۔ کیوں کہ تاریخی دلائل اس انداز فکر کی تائید نہیں کرتے۔ تاہم اس رائے کو قبول کرنا ممکن تھا بشرطیکہ عام مؤرخین بالخصوص اصحاب طبقات کا اس بات پر اتفاق نہ ہوتا کہ امام محمد رحمہ اللہ کا اصلی وطن "حرستا" تھا۔

ہمیں یقینی طور پر معلوم نہیں کہ امام محمد اپنے والدین کے اکلوتے تھے یا ان کے علاوہ بھی ان کی کوئی اولاد تھی۔ تاریخ اس بارے میں خاموش ہے۔ جہاں تک امام موصوف کے والد محترم کا معاملہ ہے تو ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ان کا اتنا واجبی اور سطحی سا تعارف کرایا ہے کہ اس میں ان کی تاریخ ولادت و وفات کی طرف اشارہ تک نہیں کیا۔ صرف اس وضاحت پر اکتفاء کیا ہے کہ وہ "حرستانی" تھے اور وہ اہل شام کی فوج میں ملازم تھے اور دولت مند تھے۔ اسی طرح امام محمد رحمہ اللہ کے حالات زندگی تحریر کرنے والے مؤرخین کی بڑی تعداد نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے، لیکن یہ اتنے سطحی اشارات ہیں جو امام موصوف کے والد کی زندگی کے مختلف مراحل پر روشنی نہیں ڈالتے۔ صرف یہ اشارہ ملتا ہے کہ وہ شام سے عراق منتقل ہوئے اور یہ کہ امام محمد رحمہ اللہ واسط شہر میں پیدا ہوئے۔[۱۳]

حسن بن فرقد کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ ایک مالدار آدمی تھے اس کی دلیل امام محمد رحمہ اللہ سے منقول یہ روایت ہے کہ میرے والد نے ترکے میں میرے لیے تیس ہزار دینار چھوڑے تھے جن میں سے پندرہ ہزار علم لغت و شعر کی تحصیل میں اور پندرہ ہزار فقہ و حدیث کی تحصیل میں صرف کر دیے۔ یہ بے حد و حساب مال و دولت جو حسن بن فرقد نے اپنے پیچھے چھوڑی ان کے انتہائی دولت مند ہونے کی دلیل ہے اور یہ کہ ان کے بیٹے نے آسودگی میں نشو و نما پائی، اس آسودگی اور خوشحالی میں پروان چڑھنے کا امام محمد رحمہ اللہ کی زندگی پر خاص اثر تھا۔ چناںچہ آپ کے متعلق منقول ہے کہ آپ پیدائشی طور پر خوبصورت ڈیل ڈول والے اور پورے طور پر صحت مند اور طاقت ور تھے۔ اس دولت و ثروت کا امام محمد کی زندگی میں اہم اور نمایاں اثر نظر آتا ہے، جو بے مقصد زندگی کا ذریعہ نہ تھی بلکہ ایک عمدہ اور فائدہ مند علمی زندگی کے لیے تھی۔ امام موصوف کو اس کی بدولت حصول علم کے لیے فراغت اور وسائل میسر تھے۔ آپ نے تقریباً اپنی پوری عمر کام، تعلیم و تالیف و تدوین کے لیے وقف کر دی تھی۔ اس ثروت و خوشحالی اور اپنے والد سے ملنے والی میراث کے سبب آپ کو اپنی گھریلو ذمے داریوں سے عہدہ بر آ ہونے اور اپنے اخراجات کے لیے کسب معاش کی بالکل ضرورت نہ تھی۔ (۱۴)

امام محمد کی قرآن فہمی

امام محمد سے تفسیر قرآن کے موضوع پر ایسی کوئی یادگار تالیف نہیں جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ کتاب اللہ کی تفسیر میں ان کا خاص متعین منہج کیا تھا۔ آپ کی زیادہ تر توجہ علم فقہ اور اس کی تدوین پر مرکوز رہی، لیکن بعض واقعات جو قرآن کریم کے بارے میں امام محمد کی فصاحت و بلاغت کے حوالے سے منقول ہیں، ان سے پتا چلتا ہے کہ امام محمد قرآن کریم کو ایسے محفوظ انداز میں ایسے بھرپور طریقے سے سمجھتے تھے جس کی بنیاد عقل و نقل دونوں پر تھی۔ نیز آپ قرآن میں غور و تدبر کرنے اور اس کا فہم حاصل کرنے کے لیے کثرت سے تلاوت قرآن کیا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں امام شافعی کا قول ہے " اگر میں یہ کہوں کہ قرآن محمد بن حسن کی لغت میں نازل ہوا ہے تو ان کی بے مثال فصاحت و بلاغت کی بنا پر میں کہہ سکتا ہوں۔" یہ صلاحیت کتاب مجید کو مسلسل اور باقاعدہ کثرت سے پڑھتے رہنے سے حاصل ہوتی ہے۔ (۱۵)

صاحب جواہر المضیہ کہتے ہیں: امام محمد کے لیے فقہ میں درجہ امامت کو پہنچنا ممکن نہ تھا اگر آپ احکام فقہ کے مصدر اول (قرآن کریم) پر اور اس کے اسلوب، حلال و حرام اور ناسخ و منسوخ کی حیثیت کے بارے میں پورا عبور حاصل نہ کر لیتے اس لیے آپ کے بارے میں مذکور ہے کہ آپ کتاب اللہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔ (۱۶)

چند مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ امام محمد کے فہم قرآن کے بارے میں اسد بن فرات کی روایت ہے: "میں نے ایک دن محمد بن حسن سے کہا: ذبیح اللہ کے بارے میں مختلف روایات ہیں کہ وہ کون تھے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اسحاق تھے، جب کہ دوسرے کہتے

ہیں کہ وہ اسماعیل تھے"۔ امام محمد نے جواب دیا: ہمارے نزدیک صحیح ترین روایت یہ ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل تھے۔ اس کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے۔: فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِن وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ [۱۷] " ہم نے ابراہیم کی بیوی کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی" بھلا پھر ذبح اسحاق کے ذریعے ابراہیم کی آزمائش کیونکر ہوتی جب کہ اللہ تعالی نے اسے اطلاع دی تھی کہ اسے اسحاق بیٹے سے نوازا جائے گا اور اسحاق کا بیٹا یعقوب ہوگا؟ سب پر واضح ہے کہ آزمائش اور امتحان تو اس چیز کا ہوتا ہے جس کا انجام معلوم نہ ہو اور وہ حضرت اسماعیل تھے۔[۱۸]

۲۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا:

اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِکَةً ۫ وَّالزَّانِیَةُ لَا یَنْکِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ [۱۹]

"بدکار مرد نکاح نہیں کرتا مگر بدکار عورت سے یا شرک والی سے، اور بدکار عورت سے نکاح نہیں کرتا مگر بدکار مرد یا مشرک۔"

مؤطاامام محمد میں ہے کہ:

اخبرنا مالک اخبرنا یحیی بن سعید عن سعید بن المسیب فی قول اللہ عز وجل الزانی لاینکح الا زانیۃاو مشرکۃ والزانیۃ لاینکحہا الا زان او مشرک قال وسمعتہ یقول انہا قد نسخت ھذہ الایۃ بالتی بعدھا ثم قرأ وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم قال محمد وبھذا نأخذ وھو قول ابی حنیفۃ والآامۃ من فقھائنا لا بأس بتزوج المرأۃ وان کانت قد فجرت وان یتزوجھا من لم یفجر [۲۰]

"امام مالک نے ہمیں خبر دی کہ ہمیں حضرت یحییٰ بن سعید نے روایت کیا کہ حضرت سعید بن مسیب سے اللہ تعالی کے اس ارشاد کے بارے میں زانی زانیہ سے نکاح کرے اور مشرک مشرکہ سے۔ حضرت یحییٰ بن سعید نے کہا میں نے حضرت سعید بن مسیب سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہے جو اس کے بعد ہے پھر انھوں نے پڑھا **وانکحوا الایامی منکم و الصالحین من عبادکم و امائکم** "اور تم بیوہ عورتوں سے نکاح کرو اور صالحین غلاموں اور باندیوں سے۔" امام محمد نے فرمایا اسی پر ہمارا عمل ہے امام ابوحنیفہ اور ہمارے دوسرے فقہاء فرماتے ہیں کہ اس عورت سے نکاح کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں خواہ وہ عورت فاجرہ ہو اور آدمی نیک صالح۔"

۳۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ [۲۱]

"اے پیغمبر! سورج ڈھلنے کے وقت سے لے کر رات کے اندھیرے تک نماز قائم کرو، اور قرآن پڑھنا فجر کا۔"

مؤطا میں ہے کہ:

اخبرنا مالک حدثنا داؤد بن حصین عن ابن عباس قال قال یقول دلوک دلوک الشمس میلھا وغسق اللیل اجتماع اللیل وظلمتہ,قال محمدھذاقول ابن عمروابن عباس وقال عبد اللہ بن مسعود دلوکھاغروبھاوکل حسن۔

"امام مالک نے ہمیں خبر دی کہ ہمیں داؤد بن حصین نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان فرمائی کہ وہ فرماتے تھے کہ دلوک الشمس سے مراد سورج کا ڈھلنا ہے اور غسق اللیل سے مراد رات اور اس کا اندھیرے کا جمع ہونا ہے۔"

امام محمد نے فرمایا کہ یہ حضرت عبد اللہ ابن عمر اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کا فرمان ہے کہ دلوک سے سورج کا غروب ہو جانا مراد ہے۔ اور یہ تمام اقوال عمدہ ہیں۔

مؤطا میں ہے کہ:

اخبرنامالک حدثناعبداللہ بن دینار ان عبد اللہ بن عمر اخبرہ ان رسول اللہ ﷺ قال انمااجلکم فیماخلامن الامم کمابین صلوۃ العصر الی مغرب الشمس وانمامثلکم ومثل الیھود و النصاری کرجل استعمل عمالا فقال من یعمل لی الی نصف النھار علی قیراط قیراط قال فعملت الیھود ثم قال من یعمل لی من نصف النھار الی العصر علی قیراط قیراط فعملت النصاری علی قیراط قیراط ثم قال من یعمل لی من صلوۃ العصر الی مغرب الشمس علی قیراطین قیراطین,الا فانتم الذین یعملون من صلوۃ العصر الی مغرب الشمس علی قیراطین قیراطین قال فغضبت الیھود والنصاری وقالوا نحن اکثر عملاواقل عطاء قال ھل ظلمتکم من حقکم شیئا قالوا لا قالوا فانہ فضلی اعطیہ من شئت۔ قال محمد ھذا الحدیث یدل علی ان تاخیر العصر افضل من تعجیلھا الا تری انہ جعل ما بین الظھر الی العصر اکثر ممابین العصر الی المغرب فی ھذاالحدیث ومن عجل العصر کان مابین الظھر الی العصر اقل ممابین العصر الی المغرب,فھذاالحدیث یدل علی تاخیر العصر وتاخیر العصر افضل من تعجیلھا مادامت الشمس بیضاء نقیۃ لم تخالطھا صفرۃ وھو قول ابی حنیفۃ والآامۃ من فقھائنا رحمھم اللہ تعالی اجمعین۔ (۲۲)

"امام مالک نے ہمیں خبر دی کہ ہمیں عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان فرمائی کہ بے شک انھیں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دوسری امتوں کے مقابلے میں تمھاری عمریں اس قدر ہیں جیسے عصر اور مغرب کا درمیانی وقفہ ہوتا ہے تمھاری اور یہود و نصاری کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے مزدور کو کام پر لگایا اور کہا کہ کون ہے جو میرے لیے دوپہر تک ایک قیراط کے بدلے یہ کام کرے گا یہود نے یہ کام کیا۔ پھر اس نے کہا کہ کون ہے جو ایک قیراط کے بدلے عصر تک کام کرے؟ نصاری نے ایک قیراط کے بدلے عصر تک کام کیا۔ پھر اس شخص نے کہا

دو قیراط کے بدلے نماز عصر سے مغرب تک کون ہے جو میرے لیے کام سر انجام کرے؟ سن لو وہ لوگ تم ہی ہو جو عصر کا نماز سے مغرب تک دو قیراط کے بدلے کام کرتے ہو۔ رسول ﷺ نے فرمایا کہ اس بات پر یہود بگڑ گئے اور کہنے لگے ہم نے زیادہ کام سر انجام دیا مگر مزدوری کم ملی اس شخص نے کہا کیا میں نے تمھارے حق میں کسی قسم کی کمی کی ہے؟ یہود و نصاری نے جواب دیا نہیں اس نے کہا یہ میری طرف سے احسان ہے میں جس پر چاہوں احسان کروں۔"

امام محمد نے فرمایا یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نماز عصر کا تاخیر سے پڑھنا جلد پڑھنے سے افضل ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ ظہر اور عصر کے درمیان جو وقفہ ہے وہ عصر اور مغرب کے درمیانی وقفے سے زیادہ ہے۔ لہٰذا یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ نماز عصر تاخیر سے پڑھنا جلد پڑھنے سے بہتر ہے، جب تک سورج سفید اور صاف رہے اور اس میں زردی پیدا نہ ہو چکی ہو۔ امام ابو حنیفہ اور ہمارے دوسرے فقہائے کرام کا یہی قول ہے۔

۴۔ قرآن کریم کی آیت ہے:

ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (۲۳)

"یہ حکم ان کے لیے ہے جو مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں۔"

امام محمد، کتاب الآثار میں فرماتے ہیں کہ:

محمد قال اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم فی رجل من اهل مکة اعتمر فی اشهر الحج ثم حج من عامه ذلک، قال لیس علیه هدی بمتعته، قال محمد وبه وهو قول ابی حنیفه رحمه اللهو ذلک قول الله تعالی ذلک لمن لم یکن اهله حاضر المسجد الحرام (۲۴)

"حضرت ابراہیم نے مکہ والے کے بارے میں فرمایا کہ وہ اشہر حج میں عمرہ کرے پھر اسی سال حج کرے تو اس پر تمتع کی وجہ سے ھدی لازم نہیں آئے گی۔ امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ یہی امام ابو حنیفہ کا فرمان ہے اور یہ اس لیے کہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے "**ذلک لمن لم یکن اهله حاضر المسجد الحرام**۔"

۵۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا:

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ (۲۵)

"تمھاری عورتیں تمھاری کھیتیاں ہیں، سو جاؤ اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو۔"

اس آیت کے متعلق امام محمد کتاب الآثار میں فرماتے ہیں کہ:

محمد اخبرنا ابو حنیفة عن کثیر الاصم الرماح عن ابی زراع عن ابن عمر رضی الله عنهما قال سألته عن هذه الآیة: نساؤکم حرث لکم فاتو حرثکم انی شئتم کیف شئت، ان شئت عزلا وان شئت

غیر عزل،قال محمد وبہ ناخذ وھو قول ابی حنیفة رحمه الله (۲۶)

"حضرت ابو زراع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں میں نے ان سے اس آیت نساؤکم حرث لکم فأتو حرثکم انی شئتم کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا جس طرح چاہو۔ اگر چاہو تو عزل کرو اور چاہو تو بغیر عزل ہم بستری کرو۔ امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ کا فرمان ہے۔"

معلوم ہوا کہ فقہ حنفیہ میں خاندانی منصوبہ بندی کا تصور پایا جاتا ہے۔ امام ابوحنفیہ اور امام محمدؒ اسی کے قائل معلوم ہوتے ہیں نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ آدمی کو ہم بستری فطری تقاضوں کے مطابق کرنی چاہیے۔

۶۔ قرآن کریم کی آیت ہے:

وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (۲۷)

"اور جو عورتیں حاملہ ہوں، ان کی (عدت کی) میعاد یہ ہے کہ وہ اپنے پیٹ کا بچہ جن لیں۔"

امام محمد کتاب الاثار میں فرماتے ہیں کہ:

محمد قال اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن ابراھیم عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال نسخت سورة النساء کل عدة فی القرآن: و اولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن، قال محمد وبه ناخذ اذا طلقت او مات زوجھا فولدت بعد ذلک بیوم او اقل واکثر انقضت عدتھا، وحلت للرجال من ساعتھا وان کانت فی نفاسھا وھو قول ابی حنیفة رحمه الله۔ (۲۸)

" حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا چھوٹی سورہ نساء نے قرآن کریم کی تمام عدتوں کو منسوخ کر دیا فرمایا کہ "واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن "امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اگر عورت کو طلاق دی گئی یا اس کے شوہر کا انتقال ہوا اور اس کے بعد ایک دن یا اس سے کم میں یا زیادہ میں اس کا بچہ پیدا ہو گیا تو اس کی عدت پوری ہو گئی اور وہ اسی وقت مردوں کے لیے حلال ہے۔ چاہے نفاس میں کیوں نہ ہو۔ یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔"

اس مثال سے بھی امام محمد کی قرآن فہمی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

۷۔ قرآن کریم کی آیت ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (۲۹)

"اے ایمان والو! اللہ نے تمھارے لیے جو پاکیزہ چیزیں حلال کی ہیں ان کو حرام قرار نہ دو، اور حد سے تجاوز نہ کرو، یقین جانو کہ اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

آیت مذکورہ کے حوالے سے امام محمد کتاب الآثار میں فرماتے ہیں کہ:

محمد قال اخبرناابوحنیفة عن حمادعن ابراهیم ان مغفل بن مقرن المزنی اتی عبد الله بن مسعودرضی الله عنه بامة له زیت،قال جلدهاخمسین جلدة،فقال انهالم تحصن،قال عبد الله:اسلامها احصانها۔قالافان عبدالی سرق من عبدلی آخر قالا لیس علیه قطع،مالک بعضه فی بعض،قال انی حلفت ان لاانام علی فراش ابدا،یریدالعبادة قال ابن مسعودرضی الله عنه:یایهاالذین امنوالاتحرمواطیبات مااحل الله لکم ولاتعتدواان الله لا یحب المعتد ینفقال الرجل:لولاهذه الایت لم أسئلک،فامران یکفه بعتق رقبة،وکان موسراوان ینام علی فراش،قال محمد:وهذا کله قول ابی حنیفه وقولنا،الا فی خصلة واحدة،الحد لایقیمه الاالسلطان، فاذازنیت الامةاوالعبدکان السلطان هوالذی یحده دون المولی۔"۳۰ (۳۰)

"حضرت ابراہیم سے مروی ہے کہ مغفل بن مقرن مزنی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی زانیہ باندی کو لے کر آئے تو انھوں نے فرمایا اسے پچاس کوڑے لگاؤ انھوں نے کہا یہ محصنہ نہیں ہے، حضرت عبد اللہ نے فرمایا اس کا اسلام قبول کرنا اس کا محصنہ ہونا ہے۔ انھوں نے عرض کیا میرے ایک غلام نے میرے دوسرے غلام کی چوری کی ہے، انھوں نے فرمایا اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اس لیے کہ یہ تمھارا ہی مال ہے جو ایک دوسرے کے پاس ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے یہ قسم کھائی تھی کہ کبھی بستر پر نہیں سوؤں گا۔ مراد یہ تھا کہ عبادت کرتا رہوں گا ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا "یاایهاالذین امنوا لاتحرموا طیبات مااحل الله لکم ولاتعتدوا ان الله لایحب المعتدین" ان صاحب نے کہا اگر یہ آیت نہ ہوتی تو میں آپ سے پوچھتا ہی نہیں۔ حضرت ابن مسعود نے ایک غلام آزاد کرنے کا حکم دیا، وہ مال دار تھے اور یہ حکم دیا کہ بستر پر سویا کریں۔ امام محمد نے فرمایا یہ سب ہمارا اور امام ابو حنیفہ کا قول ہے سوائے ایک مسئلے کے کہ حد کو بادشاہ قائم کرے گا اگر باندی یا غلام زنا کر لیں تو مولیٰ حد نہیں لگائے گا بلکہ بادشاہ حد لگائے گا۔"

۸۔ قرآن کریم کی آیت ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا (۳۱)

"چور مرد ہو اور چور عورت، اس کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔"

امام محمد کتاب الآثار میں فرماتے ہیں کہ

محمدقال: اخبرنا ابو حنیفة قال حدثنا قاسم بن عبد الرحمان عن ابیه عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنهما قال: لایقطع ید السارق فی اقل من عشرة دراهم، قال محمد: وبه نأخذ وهو قول ابی حنیفةرحمه الله (۳۲)

" حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دس درہم سے کم میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ کا فرمان ہے۔"

ہمارے معاشرے میں یہ تصور کہ ہر چوری کرنے والے کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں درست نہیں۔ دوسرا یہ کہ قرآن کریم میں ہر چوری کرنے والے کی بات بھی نہیں کی گئی بلکہ فرمایا گیا:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا (۳۳)

" چور مرد ہو اور چور عورت، اس کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔" یعنی جو پیشہ ور چور ہیں۔

۹۔ قرآن کریم کی آیت ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۳۴)

"ہاں جو لوگ اس کے بعد توبہ کرلیں، اور (اپنی) اصلاح کرلیں، تو اللہ بہت بخشنے والا بڑا رحم کرنے والا ہے۔"

امام محمد آیت مذکورۃ کے تحت کتاب الآثار میں فرماتے ہیں:

محمد قال: اخبرنا ابو حنیفة قال حدثنا حماد عن ابراهیم قال اذا جلد القاذف لم تجز شهادته ابدا، وقال فی قول الله تعالی: الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا، قال یدفع عنه اسم الفسق، فاما الشهادة فلا تجوز ابدا، قال محمد و به نأخذ، و هو قول ابی حنیفة رحمه الله (۳۵)

"حضرت ابراہیم نے فرمایا جب تہمت لگانے والے کو حد قذف لگ جائے تو پھر اس کی گواہی کبھی قبول نہ ہو گی اور اللہ جل شانہ کے درج ذیل فرمان مبارک "الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا" کے بارے میں فرمایا اس سے فسق کا نام ختم ہو جاتا ہے لیکن اس کی گواہی قبول نہ ہو گی۔ امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔"

۱۰۔ قرآن کریم کی آیت ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۬ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ (۳۶)

"بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا۔ اور تمھیں کیا معلوم کہ شب قدر کیا چیز ہے۔ شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔"

امام محمدؒ آیت مذکورہ کی تفسیر کے تحت کتاب الآثار میں فرماتے ہیں کہ:

محمد قال: اخبرنا ابو حنیفة قال: حدثنا عاصم بن ابی النجود عن زر ابن حبیش عن ابی بن کعب رضی الله عنه قال لیلة القدر لیلة سبع و عشرین و ذلک ان الشمس تصبح صبیحة ذلک الیوم لیس لها شعاع، کانها طست ترقرق (۳۷)

" حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا "لیلۃ القدر، ستائیس رمضان کی شب ہے اور یہ اس لیے کہ

اس دن کا سورج بغیر شعاع کے نکلتا ہے گویا وہ چمکتا ہوا طشت ہے۔ "مسلمانوں کے ہاں عمومی طور پر اسی پر عمل ہے کہ وہ شب قدر ستائیس رمضان کی شب کو تصور کرتے ہیں۔"

خلاصہ

مذکورہ حوالوں اور مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ امام محمد قرآن کریم کو اس انداز میں سمجھتے تھے اور اس کی آیتوں سے استدلال کرتے جس کی بنیاد عقل و نقل دونوں پر تھی۔ وہ احادیثِ صحیح اور ائمہ بالخصوص اپنے استاد امام ابوحنیفہؒ کے ان اقوال کو بھی قرآنی آیات سے استدلال کے دوران پیش کرتے تھے جو قرآن و عقل دونوں سے مطابقت رکھتے ہوں۔

حوالہ جات

۱۔ الکوثری، محمد زاہد، بلوغ الامانی، ایچ۔ایم۔سعید کمپنی، کراچی، ۱۴۰۳ھ، ص ۴
۲۔ طاش کبری، احمد بن مصطفیٰ، مفتاح السعادۃ (حیدرآباد دکن، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن، ۱۹۸۰ء ج ۲، ص ا
۳۔ حنبلی، عبدالحیٔ بن عماد، شذرات الذہب، دار احیاء التراث العربی، بیروت، س ن، ج ا، ص ۳۲۲
۴۔ بلوغ الامانی، ص ۵
۵۔ الکوثری، محمد زاہد، سیر ائمۃ الاحناف، ایچ۔ایم۔سعید کمپنی، کراچی، س ن، ص ۱۵۲
۶۔ ایضاً
۷۔ ابن خلّکان، وفیات الاعیان، منشورات الرضی، قم، س ن، ج ۴، ص ۱۸۴
۸۔ محمد بن سعد، طبقات، نفیس اکیڈمی، کراچی، س ن، ج ۷، ص ۳۸۴
۹۔ بلوغ الامانی، ص ۵
۱۰۔ ابن کثیر، حافظ، البدایۃ والنہایۃ، دار الریان، بیروت، ۱۴۰۸ھ، ج ۵، ص ۲۱۰
۱۱۔ القرشی، عبدالقادر، الجواہر المضیہ، دار العلوم، ریاض، ۱۳۹۹ھ، ج ۳، ص ۱۲۳
۱۲۔ بلوغ الامانی، ص ۵
۱۳۔ ابن عساکر، تاریخ مدینہ ودمشق، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۴۱۵ھ، ج ۱۳، ص ۳۴۶
۱۴۔ نوری، جلال الدین، امام محمد بن الحسن الشیبانی الواسطی، مؤسسۃ الامام ابی حنیفہ، کراچی، س ن، ص ۸۔۹
۱۵۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، بیروت، لبنان، س ن، ج ۲، ص ۱۷۵
۱۶۔ الجواہر المضیہ، ج ۳، ص ۱۲۴
۱۷۔ ہود: ۱۷

۱۸۔ المالکی، عبد اللہ بن محمد، ریاض النفوس، دار العرب الاسلامی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۳ھ، ج ۱، ص ۳۲۵
۱۹۔ نور: ۳
۲۰۔ محمد، امام، مؤطا، قدیمی کتب خانہ، کراچی، س ن، ص ۴۰۷
۲۱۔ بنی اسرائیل: ۷۸
۲۲۔ مؤطا، ص ۴۰۷
۲۳۔ بقرہ: ۱۹۶
۲۴۔ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، کتاب الآثار، بروایت امام محمد، الرحیم اکیڈمی، کراچی، ۱۴۱۰ھ، ص ۲۳۶
۲۵۔ بقرہ: ۲۲۳
۲۶۔ کتاب الآثار، ص ۲۶۷
۲۷۔ طلاق: ۴
۲۸۔ کتاب الآثار، ص ۲۷۴
۲۹۔ مائدہ: ۸۷
۳۰۔ کتاب الآثار، ص ۳۰۹
۳۱۔ مائدہ: ۳۸
۳۲۔ کتاب الآثار، ص ۳۱۲
۳۳۔ مائدہ: ۳۸
۳۴۔ نور: ۵
۳۵۔ کتاب الآثار، ص ۳۱۵
۳۶۔ قدر: ۱ تا ۳
۳۷۔ کتاب الآثار، ص ۳۸۱